حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے

تحریک پیامِ انسانیت
کے بارے میں
ایک اہم انٹرویو

ناشر

دفتر کل ہند تحریک پیام انسانیت

پوسٹ باکس ۹۳ لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

عالم انسانی ایک اہم ضرورت یہ کہ:

اغراض وتعصبات، قوم پرستی اور سیاسی مقاصد سے بالکل آزاد اور بے تعلق ہوکر عام انسانوں کے سامنے وہ حقیقتیں رکھی جائیں، جن پر انسانیت کی نجات اور سلامتی موقوف ہے۔ اور جن کو نظر انداز کر کے ہمارا یہ پورا تمدن اور انسانی سوسائٹی۔ اس وقت خطرے سے دوچار اور موت وزیست کی کشمکش میں گرفتار ہے۔

یہ حقیقتیں اپنے اپنے زمانے میں پیغمبروں نے بیان کی تھیں اور ان کے لیے سخت جدوجہد کی تھی۔

یہ حقیقتیں اب بھی زندہ ہیں۔ لیکن سیاسی تحریکوں، مادی تنظیموں اور قومی خودغرضیوں نے، گردوغبار کا ایسا طوفان کھڑا کر دیا ہے کہ ــــ یہ روشن حقیقتیں ان کے اوٹ میں اوجھل ہوگئی ہیں۔

لیکن انسانی ضمیر ابھی مردہ اور انسانی ذہن ابھی مفلوج ومعطل نہیں ہوا ہے۔

اگر پوری بے غرضی، پورے یقین اور خلوص کے ساتھ، ان حقیقتوں کو عام فہم اور دل نشیں انداز میں بیان کیا جائے۔

تو انسانی ضمیر وذہن اپنا کام کرنے لگتا ہے۔

اور بڑی گرم جوشی سے ان حقیقتوں کا استقبال کرتا ہے، اور بعض وقت تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان تقریروں میں اس کے دل کی ترجمانی اور اس کے درد کا مداوا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

پیش لفظ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

انسان کی اجتماعیت خاندانی اجزاء سے بنتی ہے، اور کسی مقام پر اکٹھا بود و باش ہونے سے بھی بنتی ہے، اور انسان کی اجتماعیت جس بنیاد پر ہو وہ اس کی زندگی کا بڑا خاصہ ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے لئے قوت بھی حاصل کرتا ہے اور اس کے ذریعہ زندگی کا معیار بھی بناتا ہے، اجتماعیت کے جہاں کچھ مشترک اثرات ہوتے ہیں وہاں کچھ مشترک تقاضے بھی ہوتے ہیں، جن کا خیال رکھنے سے اجتماعیت نہ صرف یہ کہ کارآمد ثابت ہوتی ہے بلکہ اس سے مفید نتائج اور خوشگوار حالات حاصل ہوتے ہیں۔ جمہوری نظام میں اس تقاضہ کا لحاظ کیا جاتا ہے، جمہورت میں سب انسان برابر سمجھے جاتے ہیں اسلام نے اس برابری کی تاکید کی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطاب میں فرمایا تھا کہ تم سب ایک آدم کی اولاد ہو گورے کالے کا فرق نہیں، لہٰذا سب انسانوں کو اس میں برابر سمجھنے اور برابر سمجھ کر لحاظ کرنے کی تاکید فرمائی۔

www.abulhasanalinadwi.org

قدیم زمانوں میں عام طور پر لوگ صرف خاندانی اجزاء پر مشتمل اجتماعیت سے رہتے تھے اس صورت میں ان کی رہائشی یکجائی اور خاندانی یکجائی ایک ہوتی تھی، ان کے اجتماعی مسائل ومعاملات بھی اسی یکجائی کی بنیاد پر ایک طرح کے ہوتے تھے، اس طرح ان میں آپسی فرق نہ ہونے کی بنا پر آپسی اختلاف کم ہوتا تھا، بعد کے زمانہ میں جیسے جیسے تمدن وتہذیب کا غلبہ ہوا، انسان کی اجتماعیت کی شکلیں خاندانی شکل کے علاوہ بھی پیدا ہوگئیں ایک انسان کی خاندانی ونسلی بنیاد پر اجتماعیت شروع انسانی دور میں زیادہ تھی لیکن اس کا عمل دخل معاش کی ضرورتوں کی وجہ سے، لوگوں کے ادھر ادھر مختلف علاقوں میں پھیل جانے کی وجہ سے کم سے کم تر ہوتا چلا گیا اور جہاں باقی رہا عموماً محدود سطح پر رہا البتہ بود وباش اور کاروبار ودیگر تمدنی مقاصد کے تحت علاقائی بنیاد پر اجتماعیت کی صورت پیدا ہوئی، اس اجتماعیت میں مختلف طبقات، مختلف مذاہب کے لوگ خلط ملط ہوکر اکٹھا اور ساتھ رہتے ہیں، ایسی صورت میں آپس میں جو مختلف فرق پائے جاتے ہیں ان سے اختلاف اور کشمکش کے اسباب ابھر سکتے ہیں اور اثر انداز ہو سکتے ہیں، لہذا ایسی اجتماعیت میں اس بات کا لحاظ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ ایسے اجتماعی تعلق میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ دیگر اختلاف وفرق کے سبب سے آپسی تعلق کو نقصان نہ پہنچے مختلف اجتماعی تقاضوں کا حق برقرار رکھتے ہوئے اس مشترک اجتماعیت

www.abulhasanalinadwi.org

کو قائم رکھا جائے۔ ایسی اجتماعیت کا حق ادا کرنے کے لئے جس میں مختلف مذاہب، مختلف نسلیں اور مختلف ثقافتیں ہوں انسانیت کے عمومی تعلق کی بنیاد سب سے موثر بنیاد ہوتی ہے، اس میں افراد کے مفادات کو انسانی مفادات پر دیکھا جاتا ہے اور اسی بنیاد پر پڑوسی پر پڑوسی کے حقوق دیکھے جاتے ہیں۔ سب انسان آدم کی اولاد ہیں اس تعلق سے آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں اور ایک ساتھ رہنے کی بنیاد پر ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں لہٰذا پڑوسی پڑوسی کا جو حق ہے اس کو دیکھنا چاہئے۔ اور جب سب انسان ہیں تو ایک انسان کا حق دوسرے انسان پر، خواہ وہ کسی مذہب کا ہو، کسی خاندان کا ہو، کسی طبقہ کا ہو، اس کو انسانی بنیاد پر اسکے تقاضوں کے لحاظ رکھتے ہوئے دیکھنا چاہئے۔

ایسی مشترک اجتماعیت کے لئے جس میں مختلف مذہب، مختلف نسلیں، مختلف نوع کے روابط ہوں جیسا کہ ہمارے ملک ہندوستان میں ہے، جو اسی جمہوریت اور سیکولرزم کی بنیاد پر اپنا نظام حکومت رکھتا ہے زیادہ کارگر اور جامع بنیاد یہی انسانی رشتہ ہی کی بنیاد ہے، یہ ایک ایسی بنیاد ہے جس کا لحاظ اس جیسی ہر سوسائٹی میں کیا جا سکتا ہے، جو مذہبی اور طبقاتی لحاظ سے یہ تنوع رکھتی ہو، اس لحاظ سے کوئی بھی انسانی معاشرہ متنوع ومختلف بنیادوں پر مشتمل اجتماعیت رکھتے ہوئے اور یکسوئی اور یکجہتی سے اور مثبت انداز میں ترقی کر سکتا ہے، اور خطرات سے محفوظ رہ

www.abulhasanalinadwi.org

سکتا ہے، اور اس طریقہ سے انسان کے انسان کے ساتھ دوسرے قسم کے تعلقات متاثر بھی نہیں ہوتے اور زندگی آپسی تعاون اور ایک دوسرے کا لحاظ رکھتے ہوئے چلتی ہے۔

ہندوستان میں آزادی کے بعد ضرورت تھی کہ (یہ ملک ہندو مسلم سکھ عیسائی سب کی مل جل کر کوشش سے آزاد ہوا) ہندوستان کے رہنے والوں کے تحفظ و ترقی کے مسائل کو بھی یہ سب فرقے مل جل کر حل کرتے اور اجتماعی زندگی کو خوشگوار بنانے میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے، ہندوستان کا دستور بھی اسی طریقہ کو واضح کرتا ہے، لیکن افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ آزادی کے بعد مسائل کے حل کرنے میں خاندانی، مذہبی اور طبقاتی رشتوں کو زیادہ بنیاد بنایا جانے لگا، اس کی وجہ سے وطنی اور ملکی مفادات کو مدد ملنے میں بڑی کوتاہی ہوئی، اور دیگر طبقاتی اور مذہبی ٹکراؤ اور کشمکش کے حالات پیدا ہو گئے، انسانی رشتہ کے تقاضے بھی اس میں نظر انداز ہونے لگے اس کی وجہ سے ملک میں یکجہتی کے ساتھ ترقی کی راہ میں رکاوٹیں پیدا ہوئیں، یہ بڑی قابل اصلاح کمزوری اور نقص ہے، جس کی طرف توجہ اچھے اچھے اہل دانش نے بھی بہت کم کی، ہر ایک نے اپنی کسی محدود اجتماعیت کی فکر تک اپنے کو محدود رکھا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ جو اگرچہ بنیادی طور پر مذہبی اور علمی و تعلیمی آدمی تھے اور مذہبی، علمی و تعلیمی کاموں میں لگے

www.abulhasanalinadwi.org

ہوئے بھی تھے، لیکن ان کو اس بات کا بہت احساس ہوا، انھوں نے دیکھا کہ کسی نے میونسپلٹی کا نل کھولا اور دیکھا کہ وہ نل کو کھلا چھوڑ گیا اور گزرنے والے گزر رہے ہیں کوئی بند نہیں کرتا سب یہ سوچ کر رہ جاتے ہیں کہ یہ میونسپلٹی کا ہے انھوں نے دیکھا کہ ریل کے ڈبے میں بیٹھا ہوا شخص کیلا کھا رہا ہے اور چھلکے سامنے پلیٹ فارم پر پھینک رہا ہے، یہ نہیں سوچتا کہ گزرنے والوں میں سے کسی کا پیر پڑے گا اور وہ گر پڑے گا ہاتھ پیر کی ہڈی ٹوٹ سکتی ہے، کوئی اور نقصان ہوسکتا ہے پلیٹ فارم پر چلنے والے بھی اس خطرہ کو نہیں سوچتے وہ صرف اپنے کو بچا لیتے ہیں باقی کی فکر نہیں، حالانکہ بہت آسان تھا کہ کوئی بھی لکڑی کے ذریعہ یا اپنے پیر کے جوتے کے ذریعہ اس کو لائن کی طرف ہٹا کر گرا دیتے۔

مولانا کو خیال ہوا کہ انسانی رشتہ کی بنیاد پر ہر ایک پر اس کے لئے فکر و توجہ کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اور اسلام کے لحاظ سے حلف الفضول میں بھی حضور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی تائید ملتی ہے چنانچہ انھوں نے خود اس کام کا آغاز کیا کہ انسان کو انسان کی ہمدردی کرنا چاہئے اور اس کو تحریک بنانے کی کوشش کی اور اس کا نام ''حلقۂ پیام انسانیت'' رکھا۔ یہ حلقہ کیا ہے اس کا آغاز کیسے ہوا، اور اس کے کیا اصول و مقاصد ہیں۔ اس پر تعمیر حیات لکھنؤ کے سابق ایڈیٹر مولانا اسحاق جلیس ندوی مرحوم نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک انٹرویو لیا تھا،

www.abulhasanalinadwi.org

انٹرویو بڑا جامع اور صحیح ذہن بنانے والا ہے جو کتابچہ کی شکل میں پہلے بھی شائع ہوا ہے اب اس کو زیادہ وسیع پیمانہ پر شائع کیا جارہا ہے۔ انشاء اللہ یہ بہت مفید ہوگا اور اس تحریک کے سلسلہ میں کسی کو کچھ غلط فہمی ہوگی تو وہ بھی انشاء اللہ دور ہوگی۔

www.abulhasanalinadwi.org

''پیام انسانیت'' کے بارے میں ایک گفتگو

(ایک انٹرویو ایک دستاویز)

سوال: میں آج آپ سے تھوڑا سا وقت ''پیام انسانیت'' کی تحریک کے سلسلہ میں لینا چاہتا ہوں، خدا کے فضل سے ہندوستان کی چار ریاستوں مدھیہ پردیش، ہریانہ، پنجاب، راجستھان میں اس کے کامیاب دورے ہوئے، بہار کے شہر سیوان میں بھی اس کا عظیم جلسہ ہوا، ہندو مسلمانوں کی یکساں دلچسپی، عظیم تعداد میں شرکت، غیر مسلم فضلاء و عمائد بن شہر کا ذوق وشوق سے شرکت کرنا اور اپنے گہرے تاثر کا اظہار، جلسوں کا سکون اور نظم وضبط، ان جلسوں کی ایسی خصوصیات ہیں جو سالہا سال سے اس ملک میں دیکھنے میں نہیں آئی تھیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ، ہزاروں، لاکھوں انسانوں کے دل کی آواز، اور وقت کی ضرورت ہے، اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس وسیع ملک میں (مسلسل تلخ تجربوں کے بعد بھی) خلوص اور بے غرضی کی سچی طلب اور قدر ہے اور یہاں کے معاشرے کا ضمیر خوابیدہ کہا جاسکتا ہے، مردہ اور مفلوج نہیں ہے، اور خدا کی رحمت، انسانیت پر ہمیشہ سے جو اس کی نظر کرم رہی ہے اور انسانوں کی اندرونی صلاحیتوں سے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں اب جب کہ یہ تحریک اس منزل پر پہونچ گئی ہے، کہ ملک کے سنجیدہ اور تعلیم یافتہ لوگوں کی نظر اس پر پڑنے لگی ہے، اور ہندوستان کی مختلف ریاستوں کی طرف سے دورے کی دعوت اور محبت وقدر کے پیام آرہے ہیں میں آپ سے ایک صحافتی انٹرویو کی ضرورت سمجھتا

www.abulhasanalinadwi.org

ہوں تا کہ اس کے اصل محرکات و مقاصد لوگوں کے سامنے آجائیں۔ اس کام کا آپ کو کیسے خیال پیدا ہوا، جب کہ آپ کا اصل مزاج علمی و فکری ہے اور مطالعہ وتصنیف (جس کے لئے سکون اور گوشہ نشینی کی ضرورت ہوتی ہے) آپ کی زندگی کا پسندیدہ مشغلہ ہے، جو جہاں تک مجھے علم ہے آپ کو وارثت میں بھی ملا ہے، اور ماحول نے بھی اس کو تقویت اور غذا پہنچائی، یہ کام سب سے پہلے آپ نے کب شروع کیا؟ کیا یہ تسلسل کے ساتھ جاری رہا، یا اسمیں کچھ وقفے بھی آئے؟

جواب: مجھے اگر چہ صحافتی انٹرویو سے بہت کم مناسبت ہے، اور عام طور پر اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہوں، لیکن پیام انسانیت کی تحریک کے اس مرحلہ پر نہ صرف یہ کہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، بلکہ کسی درجہ میں اس کی ضرورت اور افادیت محسوس کرتا ہوں، بعض غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کو رفع کرنے کے لئے بھی یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریک کے پس منظر، محرکات و مقاصد اور اس کے طریق کار پر روشنی ڈالی جائے۔

سوال: سب سے پہلے تو میں اپنی بات دہراؤں گا کہ آپ کے لئے اس تحریک کا اصل محرک اور باعث کیا تھا؟

جواب: یہ بالکل فطری اور قدرتی امر ہے کہ آدمی اپنے اس گھر کی بربادی نہیں دیکھ سکتا جس میں اس کو رہنا ہے، اور جہاں اس کی عزیز متاع، اور زندگی کی پونجی ہے اور جس کے بنانے اور سنوارنے پر اس کی اور اس کے اسلاف کی بہترین صلاحیتیں اور توانائیاں صرف ہوئی ہیں، یہ ہر سلیم الفطرت بلکہ صحیح الفطرت انسان کا خاصہ ہے کہ جس کشتی پر وہ سوار ہے اس میں وہ کسی کو سوراخ کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا، دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ جس شاخ پر اس کا نشیمن ہے

www.abulhasanalinadwi.org

عقل و ہوش کی موجودگی میں نہ اس پر خود تیشہ چلا سکتا ہے اور نہ کسی کو تیشہ چلانے کی اجازت دے سکتا ہے۔

روز مرہ کا مشاہدہ تھا کہ یہ ملک تیزی کے ساتھ اخلاقی انارکی، بلکہ قومی و اجتماعی خودکشی کی طرف جارہا ہے، اخلاقی قدریں بے دردی کے ساتھ پامال کی جارہی ہیں، خودغرضی بلکہ خودپرستی کا جنون (ان افراد کو مستثنیٰ کرکے جن پر مذہب و اخلاق کی کسی وجہ سے گرفت مضبوط ہے، یا جو زندگی کے میدان سے کنارہ کش ہیں) سب پر سوار ہے، انسان کی جان و مال، عزت و آبرو کا احترام تیزی کے ساتھ رخصت ہورہا ہے، حقیر شخصی فوائد کے لئے اجتماعی و ملکی مفاد کو آسانی سے قربان کیا جاتا ہے، کام چوری، احساس ذمہ داری کا فقدان، رشوت خوری، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی، بے عنوانی یہ سب اسی درخت کے پھل ہیں، اور انہوں نے پوری زندگی کو عذاب بنادیا ہے، اور ان کی وجہ سے ملک کے آزاد اور بااختیار ہوجانے کے بعد بھی اس میں جینے اور آزادی سے فائدہ اٹھانے کا مزہ نہیں رہا۔

یہ خرابیاں اور کمزوریاں انگریزوں کے زمانہ میں بھی تھیں بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ان کے دور اقتدار اور نظام تعلیم کو ان کے پیدا کرنے، یا ان کو ترقی دینے میں بڑا دخل ہے، لیکن ایک بدیشی جابر طاقت، چوکس انتظامیہ، اور مجبوری و بے اختیاری نے ان کو بہت کچھ وبا رکھا تھا، ہانڈی کے اوپر سے اس سرپوش کے اٹھ جانے سے یہ خرابیاں ابال اور بھاپ کی طرح نکل پڑیں، آزادی کی جنگ اور بدیشی جوئے کے اتار پھینکنے کی مصروفیت نے قومی تعمیر اور کردار سازی کی مہلت نہیں دی، ملک تو آزاد ہوگیا لیکن ضمیر اندر سے غلام تھا، برطانیہ یا کسی غیر ملکی طاقت کا نہیں، بلکہ ہوا و ہوس، دولت و قوت، عزت و اقتدار اور تنگ نظری و تنگ دلی کا، اتنے بڑے ملک کے

www.abulhasanalinadwi.org

نظم ونسق، اور سیاسی پارٹیوں کی باہم کشمکش، اور کرسی اقتدار کی حفاظت نے اس کی مہلت نہ دی (اور چند کو مستثنیٰ کر کے) ہمارے سیاسی رہنماؤں کے ذہن میں اس کی کچھ اہمیت بھی نہ تھی کہ وہ عوام سے رابطہ پیدا کر کے ان کے دل وضمیر کو بیدار کرنے کی کوشش کریں، ان کے اخلاقی حس کو تیز اور متحرک کریں اور جو باتیں ملک کے لئے حقیقی خطرہ بنی ہوئی ہیں ان کی طرف متوجہ کریں، بہت انتظار کرنے کے بعد اپنی بے سروسامانی، تنہائی و بے اثری کا پورا علم واحساس ہونے کے باوجود ہم نے میدان میں آنے اور بلاتفریق مذہب وملت اس ملک کے رہنے والوں کے دلوں پر دستک دینے کا فیصلہ کیا، کہ جب کسی محلہ یا گاؤں میں آگ لگتی ہے تو کوئی اپنی کمزوری اور بے نوائی کو نہیں دیکھتا، گونگے بھی چلا اٹھتے ہیں، اور اپاہج بھی دوڑ پڑتے ہیں۔

سوال: قبل اس کے کہ میں آپ سے یہ سوال کروں کہ آپ نے اول اول اس کام کی دعوت کب دی تھی؟ میں آپ سے اس سوال کی اجازت چاہتا ہوں کہ کیا آپ کے لئے اس کی گنجائش نہ تھی کہ آپ اپنے تصنیف وتالیف کے کام اور ندوۃ العلماء جیسے عظیم ادارہ کی خدمت وترقی میں مصروف رہتے، آپ شروع سے ''تبلیغی جماعت'' کے ایک اہم داعی، ترجمان اور اس کے مقاصد کے شارح اور مبلغ رہے ہیں اور آپ کو اس جماعت کے خلوص ومقبولیت، اس کے وسیع اور ہمہ گیر اثرات پر اب بھی اطمینان ہے۔ پھر جہاں تک مجھے معلوم ہے آپ ہندوستان کے کئی اہم تعلیمی وتصنیفی اداروں کی انتظامی کمیٹیوں کے رکن بھی سالہا سال سے چلے آرہے ہیں، آپ پوری یکسوئی اور اطمینانِ قلب کے ساتھ اپنے اسلاف اور بزرگوں اور استادوں کی طرح ان اداروں کی خدمت میں مصروف رہ سکتے تھے، میرے نزدیک کوئی شخص بھی جو آپ کے طبعی مذاق، صحت کی کمزوری اور خاندانی گوشہ پسندی سے واقف ہے آپ

www.abulhasanalinadwi.org

کو ملامت نہ کرتا، اور نہ اس سلسلہ میں آپ کا گریباں گیر ہوتا۔

جواب: آپ نے بڑا اچھا سوال کیا اور بڑی خوبی سے میرے لئے اپنے علمی کاموں میں انہماک اور اپنے میدان عمل کے انتخاب کے لئے عذر تلاش کر لیا، لیکن میں اپنے اس اندرونی اور اس بدیہی حقیقت کو کیسے نظر انداز کر دوں کہ کسی ملک اور دور میں بھی تعلیمی و تعمیری کاموں کے لئے (خواہ وہ کتنے مقدس، ضروری اور مفید ہوں) شرط یہ ہے کہ اس ملک میں معتدل (Normal) حالات ہوں، جہاں کوہ آتش فشاں بار بار پھٹتا ہو، سائیکلون جلد از جلد آتے ہوں، سیلاب اپنی قہر سامانیوں کے ساتھ پورے پورے شہروں اور صوبوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہو، وہاں تعلیمی و تعمیری کام کے لئے دماغی سکون، اور ولولۂ عمل کہاں سے پیدا ہو سکتا ہے، یہ تو غیر اختیاری امور ہیں، اور ان پر کسی کا کوئی قابو نہیں، لیکن جہاں فرقہ وارانہ فسادات، انسان کشی، اور انسانیت سوزی کے جنون کی لہریں اٹھتی ہوں، اور اچھے پڑھے لکھے انسانوں پر اعصابی (ہسٹریا) کے دورے جلد جلد پڑتے ہوں، جہاں دولت وقوت کے سوا کوئی حقیقت زندہ اور مسلم نہ مانی جاتی ہو، اور جیسا کہ میں نے ابھی سیوان کی تقریر میں کہا تھا کہ۔

"یہ بات تو میری سمجھ میں آتی ہے کہ انسانوں یا عمارت پر بجلی گر جائے نیویارک کے پاور ہاوس پر بجلی گری اور سب دیکھتے کہ دیکھتے رہ گئے، کسی مجمع پر چھت یا دیوار گر جائے، کوئی ہاتھی یا سانڈ مست ہو کر انسانوں کی جان لے لے، اس لئے کہ یہ سب بے شعور و بے ضمیر چیزیں ہیں لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ پڑھا لکھا آدمی کسی پڑھے لکھے آدمی پر گر جائے، جیسا کہ جمشید پور، راوڑکیلا اور رانچی میں ہوا، ایک ہی کالج میں پڑھانے والا استاد دوسرے استاد کے خون میں ہاتھ رنگ لے، طالب علم، طالب علم کی

www.abulhasanalinadwi.org

مخبری کرے اور کسی سیاسی جماعت کا ایک رفیق دوسرے رفیق کا گلا کاٹے''۔
اور یہ دورے کسی وقت بھی معاشرہ پر پڑ سکتے ہیں، اور لوگ معمولی بات پر اپنا دماغی توازن کھو سکتے ہیں، وہاں کسی تعلیمی وتعمیری کام یا ادارے کے بقا کی ضمانت کب تک دی جاسکتی ہے، اور اس غیر یقینی اور ہیجانی فضا میں کوئی تصنیفی یا فکری کام کیسے ہوسکتا ہے؟ بقول میر ؏

یوں زندگی کرنے کو کہاں سے جگر آوے

میں تو سمجھتا ہوں کہ اس فضا میں ادب وشاعری اور فنون لطیفہ اور اقبال کے الفاظ ''لذت کردار اور جرأت اندیشہ'' کی بھی کیا گنجائش ہے؟
اور یہ تو ملک گیر اور وسیع پیمانہ کے حوادث ہیں، جہاں سوسائٹی اتنی مسخ (Corrupt) ہوجائے کہ کسی کو بغیر رشوت دیئے نہ اس کا حق ملے، نہ ریل پر وہ آرام سے سفر کرسکے، نہ طالب علم پڑھنے کی طرف متوجہ ہوں، نہ استاد پڑھانے کی طرف، انتظامیہ کے سب کام بے عمل اور سست ہوں، پورے ملک میں وقت کی کوئی قدر و قیمت نہ ہو، سفر غیر محفوظ، اور قیام مخدوش ہوجائے وہاں اس بگڑے ہوئے معاشرہ میں افراد کے لئے اپنے اصولوں پر قائم رہنا کب تک ممکن ہے؟

اس بنا پر میں اس بات کے سمجھنے میں حق بجانب ہوں کہ یہ اخلاقی سدھار کی مہم اور پیام انسانیت کی تحریک، ملک کے تمام دینی، تعلیمی، علمی کوششوں اور تحریکوں کے لئے ایک حصار کی حیثیت رکھتی ہے جس کے اندر رہ کر ہر کوشش کامیاب ہوسکتی ہے اور اس کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے پرسکون اور معتدل فضا مہیا ہوگی، اس لئے اس تحریک کو میں ہر تحریک کا خادم اور معاون سمجھتا ہوں، اور میرے نزدیک ہر دعوت وتحریک کو اس کا خیر مقدم کرنا چاہئے، کم سے کم اس کی حیثیت وہ ہے جو کسی

www.abulhasanalinadwi.org

فراش یا سقہ، یا زمین برابر کرنے والے، یا شامیانہ لگانے والے کی ہوتی ہے، جس کے بعد کوئی بھی جلسہ، یا اجتماع ہوسکتا ہے، خواہ وہ خالص مذہبی نوعیت کا ہو، یا تعلیمی بحث ومذاکرہ کا۔

سوال: اب مجھے پوچھنے کی اجازت دیجئے کہ اس بھرے پرے ملک میں جس میں اکثریت غیر مسلموں کی ہے آپ ہی نے کیوں اپنی ذمہ داری سمجھی کہ اس دعوت کو لے کر کھڑے ہوں؟ اور کسی کا انتظار کئے بغیر میدان میں آئیں؟

جواب: آپ کا سوال بالکل حق بجانب ہے، لیکن آپ خود صاحب علم ہیں اور قرآن وحدیث اور سیرت نبویؐ پر آپ کی نظر ہے، آپ کو معلوم ہے کہ مسلمان خالص اپنے مذہب کے رو سے بھی اس کا ذمہ دار ہے کہ جہاں کہیں ہوا اپنے ماحول کی فکر کرے، شتر مرغ کی طرح ریت میں سر دھنسا کر خطروں سے آنکھیں بند نہ کرلے، ''اور سب خیریت ہے'' کا سبق نہ دہرائے، مسلمان کو ہر جگہ بھلائی کا حکم دینے، اور برائی سے روکنے کا حکم ہے، اس کو سمجھنا چاہئے کہ وہ زندگی کی جس کشتی پر سوار ہے، وہ جب ڈوبے گی تو اس کو لے کر ڈوبے گی، اس کے پیغمبر ﷺ نے اس صورت حال کے لئے جو مثال دی ہے، اس سے بہتر مثال کم سے کم مجھے مذہبی و اخلاقی لٹریچر میں نہیں ملی، آپ نے فرمایا کہ ''ایک کشتی پر کچھ لوگ بالائی منزل پر سوار ہیں، اور کچھ نیچے کی منزل پر، میٹھے پانی کا انتظام اوپر ہے، نیچے والے مجبور ہیں کہ اوپر جا کر پانی لائیں اور اپنی پیاس بجھائیں، پانی گرتا اور چھلکتا ضرور ہے، کشتی کے ''بالانشینوں'' کو اس سے کچھ تکلیف ہوئی، انہوں نے روک ٹوک کی، نیچے والوں نے کہا کہ پانی کے بغیر انسان کا گذارا نہیں، اگر اوپر والے پانی نہیں لینے دیتے تو ہم نیچے کے حصہ میں سوراخ کرلیں گے، اور وہیں بیٹھے بیٹھے دریا سے پانی حاصل کریں

www.abulhasanalinadwi.org

گے، آپ نے فرمایا، اگر اوپر والوں میں ذرا بھی سمجھ ہے تو وہ ان کو ایسا کرنے سے روک دیں گے، اور پانی لے جانے کی اجازت دیدیں گے، اگر انہوں نے ایسا نہ کیا اور کشتی میں سوراخ ہوگیا تو نہ اوپر والے بچیں گے نہ نیچے والے"۔

بس ہم سب اسی کشتی کے سوار ہیں، یہ ہمارے ملک کی کشتی ہے، اگر خدانخواستہ ڈوبی تو نہ ہمارے ادارے بچیں گے نہ کتب خانے، نہ مقدس اور خدا رسیدہ افراد، نہ عالم وفاضل، نہ بزرگ۔

سوال: کیا آپ کو تحریک شروع کرتے وقت یہ خیال نہیں ہوا کہ مسلمانوں کے اس اخلاقی سدھار کی قیادت کی آواز لگانے اور اس کا جھنڈا ہاتھ میں لینے سے برادرانِ وطن میں بدگمانیوں کا ایک طوفان کھڑا ہو جائے گا، اور مسلمانوں کو اس کے ذریعہ سیاسی مقاصد کے پورا کرنے کا الزام دیا جائے گا۔

جواب: جی ہاں! یہ خطرات تو تھے، لیکن خطرات اور اندیشوں کی بناء پر کوئی ضروری کام چھوڑا نہیں جاسکتا، جب کام شروع کیا گیا تو اندازہ ہوا کہ دلوں اور دماغوں کے دروازے بند نہیں ہیں، اور جب کوئی کسی آتش زدہ محلے یا گاؤں میں صدا لگاتا ہے، آگ لگی ہے، آگ لگی ہے، تو کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ صدا لگانے والے کا مذہب کیا ہے، میں اس موقع پر اپنی ایک پرانی تحریر کا اقتباس پیش کرتا ہوں، جو ۵۴-۱۹۵۵ء کی ہے:-

"عالمِ انسانی کی ایک اہم ضرورت ہے کہ اغراض وتعصبات، قوم پرستی اور سیاسی مقاصد سے بالکل آزاد و بے تعلق ہوکر، عام انسانوں کے سامنے وہ حقیقتیں رکھی جائیں، جن پر انسانیت کی نجات اور سلامتی موقوف ہے اور جن کو نظر انداز کر کے ہمارا یہ پورا تمدن اور پوری انسانی سوسائٹی اس وقت سخت خطرے سے دوچار اور موت و

www.abulhasanalinadwi.org

زیست کی کشمکش میں گرفتار ہے، یہ حقیقتیں اپنے اپنے زمانے میں پیغمبروں نے بیان کی تھیں، اوران کے لئے سخت جدوجہد کی تھی، یہ حقیقتیں اب بھی زندہ ہیں، لیکن سیاسی تحریکوں، مادی تنظیموں اور قومی خودغرضیوں نے گردوغبار کا ایسا طوفان کھڑا کردیا ہے کہ روشن حقیقتیں ان کے اوٹ میں اوجھل ہوگئی ہیں، لیکن انسانی ضمیر بھی مردہ، اور انسانی ذہن بھی مفلوج و معطل نہیں ہوا ہے، اگر پوری بے غرضی، پورے یقین اور پورے خلوص کے ساتھ، ان حقیقتوں کو عام فہم زبان اور دلنشیں انداز میں بیان کیا جائے، تو یہ انسانی ضمیر و ذہن اپنا کام کرنے لگتا ہے اور بڑی گرمجوشی سے ان حقیقتوں کا استقبال کرتا ہے، اور بعض وقت تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان تقریروں میں اس کے دل کی ترجمانی اور اس کے درد کا مداوی ہے"۔

آپ نے کم سے کم بھوپال کے صدر منزل، لکھنؤ کے گنگا پرشاد میموریل ہال، آگرہ کے سینٹ جارج کالج ہال، اندور کے ٹیگور ہال، بہرائچ کے ٹاؤن ہال، اور چنڈی گڑھ، جے پور، جونپور اور ناگپور کے عظیم جلسوں میں غیر مسلم بھائیوں کا گہرا تاثر اور ان کے ذوق وشوق کی کیفیت دیکھی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ لوگوں میں موجودہ صورت حال سے بے اطمینانی، بیزاری کی حد تک پہونچی ہوئی ہے، تاریخ کا مسلسل تجربہ ہے کہ ایسے موقع پر وہ لوگ تو کم تعداد میں ہوتے ہیں جو اس صورت حال سے پنجہ آزمائی کے لئے میدان میں آجائیں لیکن وہ لوگ بڑی تعداد میں ہوتے ہیں، جو اس صورت حال کے خلاف آواز بلند کرنے والوں کا ساتھ دیتے ہیں یا کم سے کم دل سے اس کو پسند کرتے، ان کے حق میں کلمۂ خیر کہتے، یا دل سے دعا دیتے ہیں، ایسے موقع پر کسی فرد یا جماعت کا میدان میں آنا شرط ہے، اگر کوئی میدان میں آنے کے لئے تیار نہ ہو تو

www.abulhasanalinadwi.org

حالات کا یہ دھارا اسی رخ پر بہتا رہتا ہے۔ اور یونان و روما کی شاندار تہذیبوں کی طرح وہ تہذیب یا معاشرہ بھی زوال کا شکار اور تاریخ کا قصۂ ماضی بن کر رہ جاتا ہے۔

سوال: کیا آپ اس سوال کا جواب دینا پسند کریں گے، کہ مسلمانوں کو من حیث الجماعۃ بھی اس دعوت و تحریک سے کچھ فائدہ پہونچے گا؟

جواب: آپ نے ذرا نازک سوال کیا ہے، میرے نزدیک مسلمانوں کو من حیث الجماعۃ اس کا کچھ بھی فائدہ نہ پہونچے اور ملک کو فائدہ پہونچ جائے، جب بھی ان کو یہ کام کرنا چاہئے، وہ اپنے دین و منصب کے لحاظ سے اس کے لئے مامور ہیں، اور ملک کے ہر فائدے میں شریک، لیکن میرے نزدیک مسلمانوں کے لئے اس ملک میں باعزت طریقے پر رہنے کا یہی راستہ ہے کہ وہ اپنی افادیت ثابت کریں، اور اخلاقی قیادت کے اس خلا کو پر کریں جو عرصۂ دراز سے اس ملک میں چلا آرہا ہے، کسی ملک میں کوئی اقلیت یا فرقہ اپنی واضح افادیت و ضرورت اور بے لاگ و بے غرض قیادت و دعوت کے بغیر عزت و اطمینان کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ اقبال نے صحیح کہا ہے ع

زندگی جہد است استحقاق نیست

سوال: اب مختصراً یہ بتا دیجئے کہ آپ نے یہ کوشش کب شروع کی تھی؟ اور اس میں تسلسل یا کوئی وقفہ بھی آیا؟

جواب: یوں تو میں نے تقسیم اور ملک آزاد ہو جانے کے بعد ہی سے اپنے ان خیالات اور ملک کی اخلاقی گراوٹ، اور بگڑتی ہوئی صورت حال پر اپنی گہری تشویش کا اظہار اپنے بعض مضامین اور رسائل کے ذریعہ کرنا شروع کر دیا تھا، چنانچہ اسی زمانہ میں میرا ایک مضمون ''ہندوستانی سماج کی جلد خبر لیجئے'' کے عنوان سے نکلا تھا

www.abulhasanalinadwi.org

جس کا ہندی، انگریزی ترجمہ میں نے اس وقت ملک کے تقریباً تمام سربرآوردہ سیاسی رہنماؤں اور وزراء اعلیٰ کو بھیجا تھا، لیکن یہ واقعہ ہے کہ یہ کوشش ۱۹۵۴ء کے آغاز میں شروع ہوئی، اس سلسلہ کی پہلی تقریر جس سے اس مہم کا آغاز کیا گیا، ۹ رجنوری ۱۹۵۴ء کو گنگا پرشاد میموریل ہال لکھنؤ میں ایک ایسے اجتماع میں کی گئی جس میں شہر کے سربرآوردہ حضرات اور غیر مسلم تعلیم یافتہ اصحاب کی خاصی تعداد شریک تھی، اس زمانہ میں تبلیغی دورے کے ساتھ اس جزء کو شامل کیا گیا تھا، چنانچہ اس کے بعد ہی مشرقی اضلاع کا ایک دورہ کیا گیا جس میں جونپور، غازی پور، مئو اور گورکھپور میں بڑے بڑے ملے جلے اجتماعات ہوئے، اس دورے کی تقریریں ایک مجموعہ میں جمع کردی گئی ہیں، جس کا نام ہی "پیام انسانیت" ہے اس سلسلہ کا دوسرا نمبر "مقام انسانیت" کے نام سے شائع ہوا، لیکن کچھ ہی دن کے بعد اندازہ ہوگیا کہ اس کو تبلیغی دوروں کے ساتھ ملانا بعض غلط فہمیوں کا موجب ہوگا، ادھر یہ احساس غالب آنے لگا کہ ایسی تقریروں کے لئے جن احتیاطوں اور رعایتوں کی ضرورت ہے ان پر سب کو قدرت نہیں، اس لئے ان تقریروں کا بوجھ زیادہ تر اس ناچیز پر، اور مولانا محمد منظور صاحب نعمانی پر تھا، اور جہاں ہم نہ ہوتے وہاں اس کا کوئی اجتماع بھی نہ کیا جاتا۔

ادھر میرے بیرونی ملک کے سفر پیش آنے لگے کہ اس کے کچھ عرصہ کے بعد ہی مجھے دمشق یونیورسٹی کی طرف سے دعوت آئی، اور کئی مہینے ملک سے باہر رہا، وہاں سے آنے کے بعد اپنے دوسرے تصنیفی و علمی مشاغل میں مصروف ہوگیا، واقعہ یہ ہے کہ مجھے ساری عمر اس کا قلق رہے گا کہ یہ سلسلہ کیوں نہ جاری رکھا گیا، میں اس کو اپنی ایک اخلاقی کوتاہی سمجھتا ہوں، اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اس پر ہمارا محاسبہ نہ ہو، مجھے یقین ہے کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہتا تو رفقاء بھی تیار ہوجاتے اور ملک کی فضا پر

www.abulhasanalinadwi.org

بھی اس کا اثر ضرور پڑتا، اس طویل وقفہ کے بعد دسمبر ۱۹۷۴ء کو الہ آباد سے پھر اس مہم کا آغاز کیا گیا، اور اس کے بعد سے کسی نہ کسی طرح یہ سلسلہ جاری ہے۔

سوال: اب دو سوالات میں اور کرنا چاہتا ہوں، آپ نے اپنی علالت اور تکلیف کے باوجود اتنے تفصیلی جوابات دیے اور یہ انٹرویو میرے اندازہ اور توقع سے زیادہ طویل ہوگیا، میں اس کے لئے معافی چاہتا ہوں۔

پہلا سوال یہ ہے کہ اس تحریک سے بعض حضرات کو بعض خدشات ہیں، ان میں سب سے بڑا خدشہ یہ ہے کہ کہیں اس سے وحدت ادیان کا فتنہ پیدا نہ ہو، آپ اس سلسلہ میں اگر کوئی وضاحت مناسب سمجھتے ہوں تو فرمائیں۔

جواب: اس کا سارا انحصار داعیوں کی نیت، ان کے یقین وعزم اور ان کے دعوت کے پیش کرنے کے طریقہ پر ہے، آپ کو معلوم ہے کہ میں شروع سے وحدت ادیان کا مخالف، اور وحدت حق کا قائل ہوں، ۱۹۴۷ء کے بعد ہی سے میں نے اس پر مضامین لکھنے شروع کئے اور ہر اس چیز کی مخالفت شروع کی جس سے مسلمانوں میں کسی دوسری تہذیب یا دعوت میں تحلیل ہونے کا اندیشہ پیدا ہوتا تھا، اس سلسلہ میں میں اپنے دو رسالوں کا حوالہ دوں گا جن کا تعلق علی الترتیب ڈاکٹر سمپورنانند وزیر اعلیٰ ریاست یوپی، اور بابو پرشوتم داس ٹنڈن صدر کانگریس اور اسپیکر یوپی اسمبلی کی بعض تقریروں اور مضامین سے تھا، ایک کا عنوان ''مسلمان اور ہندوستانی پروج'' اور ایک کا نام ''مذہب یا تہذیب'' ہے۔ درحقیقت یہ تحریک وحدتِ ادیان کی نہیں، وحدت انسان کی ہے، اس لئے ہم ان تقریروں میں اس سے امکانی حد تک احتیاط برتتے ہیں، کہ ان میں مذہب کی دعوت دی جائے، ہم صرف اخلاق، خدا ترسی، انسانی دوستی اور اخلاقی اور شہری شعور کی دعوت دیتے ہیں، یوں سمجھ لیجئے کہ یہ اس غیر مسلم اکثریت

www.abulhasanalinadwi.org

کے ملک میں اس ''حلف الفضول'' کی ایک تقلید ہے جو بعثت سے قبل مکہ معظمہ میں ایک انجمن یا معاہدہ کی شکل میں قائم ہوا تھا، جس کے اہم دفعات یہ تھے کہ ''ہم ملک سے بے امنی دور کریں گے، مسافروں کی حفاظت کریں گے، غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے، زبردست کو زیردست پر ظلم کرنے سے روکا کریں گے''۔ آنحضرت ﷺ اس میں شریک تھے، اپنے نبوت کے زمانہ میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر آج بھی کوئی اس انجمن کے نام سے کسی کو مدد کے لئے بلائے تو میں سب سے پہلے اس کی امداد کو تیار پایا جاؤں گا۔

سوال: اب میرا آخری سوال یہ ہے کہ بعض لوگوں کو یہ خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ کہیں اس تحریک کا ہندوستان کی دوسری دینی کوششوں سے تصادم نہ ہو جائے یا یہ تحریک ان کو کچھ نقصان نہ پہونچائے، جو عرصۂ دراز سے جاری ہیں، اور جن کے اثرات اور فوائد روز روشن کی طرح واضح ہو چکے ہیں؟

جواب: میں اس کو ''اندیشہ دور و دراز'' سے زیادہ وقعت نہیں دیتا، اس لئے کہ جیسا کہ میں نے کہا ہے، کہ یہ تحریک سب کے لیے مفید و معاون، اس کے لئے ساز گار فضا پیدا کرنے کا ذریعہ ہے، جس کے بغیر کوئی تحریک سکون و اطمینان کے ساتھ اپنا عمل نہیں کر سکتی ہے، ہر کام کے لئے معتدل (Normal) حالات کی ضرورت ہے، اس کی ضرورت ہے کہ دماغ اپنا توازن نہ کھوئیں، طبیعتوں میں اشتعال، برہمی، اور بے جا جذباتیاں نہ پائی جائیں، ان میں بات سننے کا موڈ اور اچھی بات کی قدر کی صلاحیت ہو، اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک یہ مقصد پورا کرتی ہے۔

جہاں تک تصادم اور ٹکراؤ کا تعلق ہے تو ٹرین ٹرین سے لڑ سکتی ہے، موٹر موٹر سے ٹکرا سکتی ہے۔ لیکن ٹرین اور کشتی یا جہاز میں کوئی ٹکر نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ

www.abulhasanalinadwi.org

ایک خشکی پر چلتی ہے، دوسری پانی میں۔

تحریک "پیام انسانیت" کے مخاطب بلاتفریق مذہب وملت ملک کے تمام باشندے ہیں۔ اسکا موضوع انسانیت اور اخلاق ہے، اس کا مقصد اس ملک کے رہنے والوں میں زندگی کا سلیقہ اور شہریت کا احساس پیدا کرنا ہے۔

آخر میں آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ میں ان حضرات کو اس تحریک میں شامل کرنے کے بارے میں کتنا محتاط ہوں جو دوسری دینی، دعوتی وتبلیغی تحریکات میں شامل ہیں، ان کے بارے میں مطمئن ہیں اور مفید کام کر رہے ہیں بلکہ عام طور پر ان کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اپنے کام میں پورے انہماک کے ساتھ لگے رہیں، اس کے بعد بھی اگر کسی کو مخالفت یا تصادم کا اندیشہ ہے تو آپ کو معلوم ہے کہ وہم کا علاج لقمان حکیم کے پاس بھی نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نیتوں کا جاننے والا اور قلوب کی حفاظت کرنے والا ہے، فنعم المولیٰ ونعم النصیر۔

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے سماج کی جلد خبر لیجئے

قوموں کی زندگی کے اتار چڑھاؤ اور دنیا کی تاریخ پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ قومی اور سیاسی زندگی میں سوسائٹی ریڑھ کی حیثیت رکھتی ہے۔ صحیح اخلاقی اور پختہ سیاسی سمجھ اور ایک اچھی سوسائٹی حکومت کو پیدا کرتی ہے، اس کی تنظیم کرتی ہے، اس کو ترقی دیتی ہے۔ نراج سے اس کی حفاظت کرتی ہے، جب اس کی رگیں خشک ہونے لگتی ہیں اور اس میں بڑھاپے کی علامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں تو اس کی رگوں میں تازہ اور گرم خون پہنچاتی ہے۔ اس کو وقت پر ذمہ دار، پرجوش اور کام کے آدمی دیتی ہے۔ حقیقت میں مہذب و منظم سوسائٹی جو یقین کی دولت، اصول و اخلاق کا سرمایہ، فرض کا احساس اور ایثار و قربانی کا جذبہ رکھتی ہے، وہ سرچشمہ ہے جس سے خوشحالی، آزادی اور ترقی کی نہریں نکلتی ہیں۔ اور پورے ملک کو ہرا بھرا رکھتی ہیں، اگر سوسائٹی میں اخلاق کی گراوٹ و بے اصولی اور خود غرضی، خوشامد، طاقت و دولت سے مرعوبیت، بزدلی اور ظلم کا چلن عام ہو جائے تو یوں سمجھئے کہ زندگی کا سوتا خشک ہو گیا۔ اور قومی زندگی کے درخت کو گھن لگ گیا، حکومتوں کا الٹ پھیر طاقت کی بہتات، ملک کی پیداوار تعلیم کی ترقی اور ظاہری دھوم دھام کوئی چیز اس قوم کو تباہی سے نہیں بچا سکتی۔

www.abulhasanalinadwi.org

جب کسی درخت کی رگیں اور جڑیں سوکھ جائیں اور وہ اندر سے کھوکھلا ہو جائے تو اوپر سے پانی ڈالنے سے کام نہیں چلتا۔

ملک کا سب سے بڑا مسئلہ جس پر عام سیاسی رہنماؤں اور ملک کے سچے خیر خواہوں کو پوری توجہ کرنی چاہئے وہ ہے ملک کی اخلاقی اصلاح، سماجی سدھار، اور ذمہ داری کا احساس، یاد رہے جب سوسائٹی اخلاقی طور پر دیوالیہ اور معنوی حیثیت سے کھوکھلی ہو جائے تو اس کو نہ حکومت بچا سکتی ہے نہ جمہوری نظام نہ ایک زبان اور ایک کلچر۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

www.abulhasanalinadwi.org

کل ہند حلقۂ پیام انسانیت

۲۸/۲۹ اور ۳۰ دسمبر ۱۹۷۴ء کو الہ آباد سے ایک نئے تجربہ کا آغاز ہوا، ملک کی دن بدن بگڑتی ہوئی صورت حال اور یہاں انسانی اور اخلاقی قدروں کی پامالی سے متاثر ہوکر مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی (ناظم ندوۃ العلماء) نے بلاتفریق مذہب وملت ہر طبقہ سے خطاب کی مہم شروع فرمائی، اس مبارک، اہم اور بروقت کام کی ابتدا الہ آباد سے کی گئی جس کی وجہ مولانا نے اپنے الفاظ میں یوں بیان کی:

> ''الہ آباد سے ہم نے کام شروع کیا ہے کیونکہ اس کا نام ہی ''الہ آباد'' یعنی 'خدا کی نگری' ہے یہیں سے خدا پرستی کی تحریک اور انسانیت کے احترام کی دعوت شروع ہونا چاہئے خدا کے بندوں کی عزت انسانیت کو نئی زندگی دینے اور انسانوں کو انسانیت واخلاق کا بھولا ہوا سبق یاد دلانے کا کام اسی شہر

www.abulhasanalinadwi.org

سے ہونا چاہئے تھا جو خدا کے نام سے آباد ہے۔"

مولانا کی اس دعوت وفکر کو ملک کی ایک ہمہ گیر انسانی اور اخلاقی تحریک اور مہم (CAMPAIGN) کی شکل دینے کے لئے لکھنؤ میں "کل ہند حلقۂ پیام انسانیت" کا قیام عمل میں آیا ہے، یہ کوئی نئی جماعت یا نئی سیاسی پارٹی نہیں بلکہ یہ ایک نئی اور نامانوس صدا لگانے والوں کا ایک مشترکہ پلیٹ فارم ہے۔

اگر آپ اس تحریک ودعوت کو ملک کے لئے ضروری سمجھتے ہیں تو مولانا سید الوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں اس نئے کاروانِ حق اور قافلہ انسانیت کے ساتھ شامل ہو جایئے!

www.abulhasanalinadwi.org

حلقۂ پیام انسانیت

اغراض ومقاصد

۱- خالص انسانی رشتے اور ہندوستانی ناطے سے ملک میں عام محبت وبھائی چارہ کی فضا قائم کرنے اور اخلاقی گراوٹ کا ماحول ختم کرنے کے لئے عوامی رابطہ کی مہم، جلسوں اور سیمینار کا انعقاد، مفید اخلاقی لٹریچر کی مختلف زبانوں میں اشاعت۔

۲- خدمت خلق کے ذریعہ روٹھے ہوئے، بیزار اور آپس میں دست وگریباں انسانوں کو زندگی کے حقیقی لطف اور صحیح مقصد سے روشناس کرانا۔

۳- معاشرہ سے رشوت، اقربا پروری، بدعنوانی، ذخیرہ اندوزی، فرقہ پرستی اور معاشی استحصال کو دور کرنا اور بے حیائی وعریانی کے خلاف بھرپور جدوجہد۔

www.abulhasanalinadwi.org

۴- غلط اور ظالمانہ رسم ورواج کے انسداد کی کوشش۔

۵- ملک کے مظلوم، پس ماندہ، غریب اور پریشان حال افراد کی بلا امتیاز مذہب وملت ہر ممکن امداد۔

۶- نوجوان نسل خاص طور سے طلباء میں سنجیدگی، علمی لیاقت اور سماج کی خدمت کا جذبہ پیدا کرنا تاکہ ہمارے ملک کو ان خطرات سے بچایا جاسکے جو نئی نسل کی بے راہ روی سے پیدا ہو رہے ہیں۔

۷- اپنے حلقۂ اثر، محلہ، بستی، شہر اور پورے ملک میں برادرانہ ماحول پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش وجدوجہد۔

طریقۂ کار

۱- حلف کا فارم پُر کرنا اور اپنی زندگی میں عملی تبدیلی کی کوشش۔

۲- بلا تفریق مذہب وملت انسانیت کے دکھ درد میں شرکت۔ مثلاً کوئی حادثہ پیش آئے خواہ اس کا تعلق کسی طبقہ سے ہو تو پیام انسانیت کے ہمدردوں کا پہلا فرض ہوگا کہ وہ اس موقع پر اپنی بے لوث خدمات پیش کریں اور اس مصیبت کو دور کرنے میں عملی حصہ لیں۔

۳- شادی بیاہ کے ان ظالمانہ رسوم کا انسداد اور اس کے خلاف ذہن

www.abulhasanalinadwi.org

پیدا کرنے کی کوشش، جنھوں نے زندگی تلخ اور خوشی کو عذاب ومصیبت بنادیا ہے۔

۴- ہر کارکن ہفتہ میں کچھ وقت انفرادی ملاقاتوں کے ذریعہ اپنے ماحول میں انسانی محبت وہمدردی کی فضا پیدا کرنے کی تبلیغ وکوشش میں صرف کرے گا۔

۵- پیام انسانیت کے نام سے ایک ہندی اور اردو اخبار کا اجراء۔

۶- ہر شہر اور ضلع میں ایک سنٹر کا قیام جہاں تعمیری لٹریچر اور اخبار کی اشاعت کا انتظام ہو اور جلسے اور نشستیں اور سیمینار منعقد کئے جاسکیں۔

۷- حلقہ کی ہفتہ وار یا پندرہ روزہ نشست، جس میں رفقائے پیام انسانیت اپنی دعوت کے حکیمانہ اسلوب وطریقۂ کار کی مشق اور اپنے کاموں کی روداد پیش کریں گے۔ اس نشست میں کوئی مقالہ یا مضمون پڑھا جائے گا جو حلقہ کے اغراض ومقاصد میں معاون اور رفقاء کی تربیت کے لئے مفید ہو۔

حلف

میں جس بالاتر ہستی کو اپنا مالک وخالق سمجھتا ہوں اس کی قسم کھا کر یہ وعدہ

www.abulhasanalinadwi.org

کرتا ہوں کہ

۱- اگر میں طالب علم ہوں تو میرا مقصد علمی ترقی، سماجی بہبود، انسانیت کی خدمت اور ایک اچھا شہری بننا ہوگا جو مستقبل میں اس ملک کی قیادت سنبھالنے کا اہل ہو۔ میں تشدد اور قانون شکنی سے پرہیز کر کے اپنی عمر، جوانی علم اور صلاحیت کو عوام کے لئے صرف کروں گا۔

۲- اگر میں ملازم ہوں تو میرا اصول محنت، دیانت داری، عوام، کی خدمت ہوگا اور میں رشوت، اقربا پروری، کام میں کاہلی اور بددیانتی سے پرہیز کروں گا۔

۳- اگر میں تاجر ہوں تو میں ذخیرہ اندوزی، چور بازاری، ناجائز منافع خوری اور عوام کے معاشی استحصال سے پرہیز کروں گا۔

۴- اگر میں معلم (ٹیچر) صحافی یا ادیب و شاعر ہوں تو ایسے خیالات و مقاصد کی اشاعت سے دلچسپی لوں گا اور اپنی صلاحیت صرف کروں گا جو انسان دوستی کا جذبہ ابھارتے ہیں، نفس و ماحول کی غلط ترغیبات، اشتعال انگیزی، منافرت، برادر کشی، انسانیت دشمنی اور تخریبی ذہن پر قابو پانے میں مدد کرتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

۵- میرے سپرد کوئی ذمہ داری کا عہدہ ہوا تو میں حدود اور دائرۂ عمل میں انصاف کرنے اور حق دار کو اس کا حق دلانے کے لئے پرخلوص جدو جہد کروں گا۔

۶- میرا سماج کے جس طبقہ سے بھی تعلق ہو میں اس ملک کو اپنا وطن سمجھ کر یہاں کے ہر شہری سے محبت، ہمدردی، تعاون اور بھائی چارہ کا برتاؤ کروں گا۔

۷- اس ملک کو اخلاقی پستی اور انسانی زوال سے بچانے کے لئے "کل ہند حلقہ پیام انسانیت" جو کام کر رہا ہے اس کے طے کئے ہوئے پروگرام سے میں ہمدردی اور دلچسپی لوں گا اور اس کے ساتھ جس قدر ممکن ہوگا تعاون کروں گا

دستخط............ پورا نام.............................

پیشہ..

مکمل پتہ..................

کل ہند پیام انسانیت، پوسٹ بکس نمبر ۹۳ لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

''ہم نے بہت انتظار کیا''

افسوس ہے کہ.....اس لمبے چوڑے ملک میں (جس میں کروڑوں انسان بستے ہیں اور بڑے سے بڑے انسان ہیں) اخلاقی کمزوریوں کو دور کرنے اور روحانی اور انسانی زندگی کو رواج دینے کے لئے کوئی تحریک اور جماعت نظر نہیں آتی۔

ہم نے بہت انتظار کیا اور آخر یہ فیصلہ کیا کہ جو بن پڑے اس کو شروع کر دیں۔

(حلقۂ پیام انسانیت)

www.abulhasanalinadwi.org